نبوّت اور نبی ﷺ

یوم النبیؐ، ۶ جون ۱۹۳۷ء مجلس اسلامیات، علی گڑھ یونیورسٹی میں کی گئی تقریر

از

ڈاکٹر سید ظفر الحسن مرحوم (م ۱۹۴۹ء)

سابق صدر شعبہ فلسفہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا

نام کتاب	:	نبوت اور نبی ﷺ
مصنف	:	ڈاکٹر سید ظفر الحسن مرحوم
اشاعت اول	:	نامعلوم
اشاعت ثانی	:	۱۹۹۶ء
اشاعت (ڈیجیٹل)	:	اپریل ۲۰۲۰ء
تدوین نو	:	عثمان وجاہت
لے آؤٹ، کمپوزنگ	:	ذیشان علی
ناشر (اشاعت اول، ثانی)	:	آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس، لاہور

حرفِ چند

سید ظفر الحسن بیسوی صدی کے ممتاز مسلمان فلسفی ہوئے۔ آپ ۱۴ فروری ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام خان بہادر سید دیوان محمد تھا۔ آبائی علاقہ کھرڑ، ضلع انبالہ تھا۔

سید ظفر الحسن نے ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی کرنے کے بعد یونیورسٹی آف ارلینگن (Erlangen)، جرمنی اور پھر آکسفورڈ یونیورسٹی، انگلستان سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کیا۔ ڈاکٹر ظفر الحسن آکسفورڈ سے پی۔ایچ۔ڈی کرنے والے برصغیر میں پہلے مسلمان تھے۔ ۱۹۱۱ء میں آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی میں تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں فلسفہ کے پروفیسر تعینات ہوئے۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۴۵ء تک دوبارہ علی گڑھ یونیورسٹی میں بطور فلسفہ کے پروفیسر کے خدمات سر انجام دیں۔

علامہ اقبال، ڈاکٹر ظفر الحسن کے بہت معترف تھے اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ غلام بھیک نیرنگ، ڈاکٹر ظفر الحسن کے سسر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا انتقال ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ میانی صاحب قبرستان، لاھور میں مدفون ہیں۔

ڈاکٹر ظفر الحسن کے سوانح اور خدمات پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی کے پیشِ نظر یہ تقریر تدوینِ نو کے ساتھ طالبِ علموں اور اہلِ علم کی خدمت میں پیش ہے۔

قارئین کی آسانی کے لئے آیات کے حوالہ جات[1] مع درستگی، ترجمہ اور متن میں غیر عمومی الفاظ کے معنی بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

عثمان وجاہت

راولپنڈی، پاکستان (اپریل ۲۰۲۰ء)

---

[1] قرآنی آیات کی عربی عبارت Tanzil.net سے لی گئی ہیں۔ ترجمہ 'البیان' از علامہ احمد سعید کاظمیؒ سے لیا گیا ہے۔

عرضِ ناشر

ڈاکٹر سید ظفر الحق مرحوم علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبۂ فلسفہ کے صدر تھے اور فلسفہ میں عالمگیر شہرت کے مالک تھے۔ علامہ اقبالؒ نے علی گڑھ یونیورسٹی میں انہی کی زیرِ صدارت اپنے لیکچرز پڑھے تھے۔ وہ ایک مخلص مسلمان، ملتِ اسلامیہ کے غمگسار، علامہ اقبالؒ کے دم ساز و ہمراز اور اعلیٰ انسانی خوبیوں کی وجہ سے قوم میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے۔ انہوں نے مجلسِ اسلامیات علی گڑھ یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام "نبوت اور نبی" کے موضوع پر ایک فلسفیانہ تقریر کی تھی جس کا ایک نسخہ ان کے شاگردِ رشید ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مرحوم کے پاس "تبرکاتِ ظفر الحسن" کے طور پر محفوظ تھا اور ان کی وفات کے بعد یہ نسخہ خِضر یاسین صاحب نے، جو ڈاکٹر برھان احمد فاروقی مرحوم کے آخری ایام میں ان کے ساتھ رہے، اسلامک ایجوکیشن کانگرس کو بغرضِ اشاعت دیا۔ چنانچہ یہ تقریر دوبارہ طباعت کرا کے قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ امید ہے کہ علمی حلقوں میں اس تقریر کی اشاعتِ نو کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

بریگیڈیئر منظور احمد

فنانشل ڈائریکٹر

آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس،

لاہور

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گُنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّہ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب!

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود!
فقر جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب!

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب!

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مُراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطرب!

علاّمہ اقبالؒ

حرفِ آغاز

حضرات! مجلس اسلامیات کی طرف سے بحیثیت صدر میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آپ یوم النبی ﷺ کے مبارک موقعہ پر آج مجلس میں تشریف لائے اور ہمیں عزت بخشی۔

مجلس اسلامیات کو قائم ہوئے سات مہینے ہو چکے۔ اس مجلس کا مقصود مسلمانوں کا تیار کرنا ہے۔ اس جد و جہد کے لئے جو مسلمان قوم کا وجود قائم رکھنے اور اس کو اقوام عالم میں ممتاز کرنے کے لئے از بس ضروری ہے۔ پس ہم اپنے ارکان میں وہ اخلاق و عادات پیدا کرنا چاہتے ہیں، ان جذبات اور خیالات کو حرکت دینا چاہتے ہیں جن پر اس جد و جہد کا مدار ہے۔

اس غرض و غایت پر نظر رکھ کر جو وسائل ہم نے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایامِ اسلامی کو اہتمام کے ساتھ منایا جائے۔ چنانچہ ہم اسلامیوں نے عید الفطر اور عید الضحیٰ کو خاص اہتمام کے ساتھ منایا اور آج پھر ایک عظیم الشان دن منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں یعنی یوم النبی ﷺ۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا [1] (احزاب(۳۳):۵۶)

حضرات! یوم النبی ﷺ کا منانا بھی ایک طریقہ ہے۔ اسی حکم کی تعمیل کا یہ عملی درود ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اس سے قبل مجلس اسلامیات چار عام جلسے کر چکی ہے۔ افتتاحی جلسہ کے بعد پہلے جلسہ میں علامہ

---

[1] ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

ثعالبی تیونسی نے اسلام کے اجتماعی پہلو پر ایک پُر مغز تقریر کی۔ دوسرے جلسہ میں فضل کریم خان درانی، ایڈیٹر "Truth" نے مذہب اور قومی زندگی پر ایک معنی خیز مضمون پڑھا۔ تیسرے میں علامہ عنایت اللہ خان مشرقی نے ایک بیداری خیز اور محرک عمل تحریر سنائی۔ ہماری سعی ہے کہ دوسرے صاحب نظر حضرات اسلام اور قوم اسلام کے خاص خاص پہلوؤں پر وقتاً فوقتاً اپنے غور و فکر کے نتائج سے مجلس اسلامیات کو مستفیض فرماتے رہیں۔

آج یوم النبی ﷺ کے موقع پر تقریر کرنے کرنے لئے۔

قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

حضرات! مجھے بہت شبہ ہے کہ یہ فیصلہ صحیح ہے۔ آج تقریر کرنا حق تھا اس شخص کا جس کا دل نور ہدایت سے منور ہو، جس کا قدم رسول اکرم ﷺ کے قدم پر پڑتا ہو۔ جس کے ہاتھ میں عَلَم ہو استعلائے اسلام کا!۔

کاش میں ایسا ہوتا

حضرات! میں نے ساری عمر فلسفہ پڑھا ہے۔ کچھ غور مذہب اور اسلام پر بھی کیا ہے۔ پس میں اپنی زبان میں نبوت اور نبی کے متعلق آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرتا ہوں۔

نبوت

انسان ایک مجموعہ ہے حاجات، ضروریات افتقار اور بیچارگی کا! اس کی لن ترانیوں پر نہ جائیے۔ اس کی حقیقت کو دیکھئے۔ وہ چاہتا ہے کہ آفاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ ہو جائے۔ نہیں ہوتا۔ ہوتا ہے تو خاطر خواہ نہیں ہوتا۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی عقلی و دماغی افتقار، اپنے جہل کو رفع کرے۔ نہیں کرسکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی حالت کو سنوارے، نہیں سنوار سکتا۔ وہ جدوجہد کرتا ہے۔ اپنی ساری قوت صرف کر دیتا ہے۔ مگر مقصود جیسا وہ چاہتا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ زمین و آسمان اس کے رستہ میں حائل ہیں۔ اس

کے بنی نوع اس کے رستہ میں حائل ہیں۔ خود اس کی ذات یعنی اس کے قُویٰ کا ضعف اور اس کے نفس کا طغیان اس کے رستہ میں حائل ہے۔ کوئی چیز اس کی مراد کے مطابق اور موافق نہیں۔

اس کا دل بے چین ہے۔ اس کی روح اضطراب میں ہے۔ اس لئے کہ اس احتیاج کی تہ میں اس کی تمنائیں ہیں، اس کی امنگیں ہیں، اس کے ولولے ہیں۔ اس کی تمنا ہے کہ وہ کائنات پر مسلط ہو جائے۔ اس کی آرزو ہے کہ اپنے علم سے زمین و آسمان اور ان کے اسرار کا احاطہ کر لے۔ اس کا ارمان ہے کہ دنیا کو حسن و خوبی سے معمور کر دے۔ اس کی امنگ ہے کہ عالمِ انسان کو انسانیت سے بھر دے۔ اس کا ولولہ ہے کہ اپنے تئیں اخلاق اور انسانیت کا مجسمہ بنالے۔ اس کی طلب ہے کہ اصل عالم اس پر کھل جائے اور اسے اپنے تقرب کی سعادت بخشے۔ یعنی وہ چاہتا ہے اس کا قلب اس کی روح اس کی حقیقت چاہتی ہے، کہ وہ انسانِ کامل بن جائے۔

کچھ انتہا نہیں ہے عاشق کی آرزو کو

آرزو اور احتیاج- طلب اور بے دست و پائی- عشق اور بے نوائی-یہ بدحالی ہے جس میں انسان کی روح مبتلا ہے۔ یہ تناقص ہے ہماری فطرت میں۔ اس تناقص کا احساس روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔

تمنائے کمال ہر قلب میں ہے۔ کوئی انسان اس سے خالی نہیں۔ اس سے خالی ہونا ہم معنی ہے سنگ و حجر ہونے کے۔ لیکن کسی کے دل میں اس کا ایک پہلو قوی ہوتا ہے۔ کسی کے دل میں دوسرا۔ کسی کی نظر مادی عروج پر زیادہ ہوتی ہے۔ اور کسی کی روحانی کمال پر۔ تاہم ہر شخص کے دل میں اس کے سارے پہلو موجود ہوتے ہیں۔ اسی لئے ممکن ہے کہ باقی پہلوؤں کو بھی بیدار کر دیا جائے۔ نیز ان پہلوؤں میں ایک تنظیم ہے۔ مادی اور اقتصادی پہلو تابع ہیں اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کے۔ اگر سکندر کی سلطنت اور قارون کا خزانہ بھی کسی کو مل جائے لیکن اس کی اخلاقی اور روحانی حالت اچھی نہ ہو تو حقیقت میں نہ وہ خود اپنی حالت پر قانع ہو گا اور نہ کوئی دوسرا اسے انسانِ کامل سمجھے گا۔ لیکن اگر اخلاقی اور روحانی حالت تکمیل کو پہنچ جائے اور مادی اور اقتصادی حالت اچھی نہ ہو تو شاید ہی کوئی انسان اسے انسانِ کامل کہنے میں تامل کرے۔ گو اس کی مادی کمی کو وہ ایک کمی ضرور سمجھے گا۔

یہ طلبِ کمال وہ چیز ہے جو انسان کا مایۂ خمیر ہے۔ لیکن اس کے کمال کے رستہ میں خود اس کی اپنی ذات، اس کے بنی نوع، دنیا و مافیہا، یعنی عالم کا عالم حائل ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تحصیل کمال کرے۔ اپنے بوتے بھر کوشش کرتا ہے اور تھک کر رہ جاتا ہے اور حسرت کے ساتھ کہتا ہے۔

خستہ پائی یہ ہے کہ بیٹھا ہوں

راستہ دیکھتا ہوں منزل کا

یعنی میں تو منزل تک نہیں جا سکتا۔ اب یہی صورت رہ گئی کہ منزل خود چل کر میرے پاس آ جائے! یعنی کنواں پیاسے کے پاس آجائے۔

جس قدر یہ کوشش بڑھتی جاتی ہے اسی قدر یہ احساس بھی بڑھتا جاتا ہے کہ منزل پر پہنچنے کا رستہ ٹھیک ٹھیک معلوم ہو تا کہ اس پر چلیں۔ یہ کس طرح معلوم ہو؟ پھر کیا اتنی ہمت اور اتنی طاقت انسان میں ہے کہ اپنے آپ چل کر اسے طے کرلے؟ وہ پاتا ہے کہ نہیں۔

اس عالم اضطراب میں قلب انسانی سے ایک فریاد اٹھتی ہے کہ کاش خدا ہو اور وہ رستہ بتائے اور میری مدد کرے کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں!

انسان کی بیچارگی، اس کی بے بسی اور اس کی تمنائے کمال، یہ چیز ہے جو مذہب کا سرچشمہ ہے۔ تمنائے کمال کا تقاضا ہے کہ کمال کا راستہ معلوم ہو۔ اور بیچارگی کا تقاضا ہے کہ کوئی اس کی بیچارگی کا جاننے والا، اس پر ترس کھانے والا، اس کی مدد کرنے والا ہو جو اسے ان گھاٹیوں سے گزار دے۔ یعنی ایک ایسی ہستی موجود ہو جو اس پر، اس کے حوالی پر قدرتِ کاملہ رکھتی ہو۔ وہ ہر شے کے احوال و آمال کا کامل علم رکھتی ہو۔ نیز ارادہ رکھتی ہو کہ اسے کمال تک پہنچائے۔ وہ خود وجودِ کامل ہو اور کمال تک پہنچانا چاہتی ہو۔ یہ ہستی اپنے فضل و کرم سے اس کی بے بسی رفع کر دے اور کمال پر پہنچا دے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ کار اسے نظر نہیں آتا۔ اس کے درد کا درماں غیر ازیں کچھ نہیں!

کیا کوئی وجودِ کامل ہے؟ کیا جادۂ کمال ٹھیک ٹھیک معلوم ہو سکتا ہے؟ اب یہ سوال ہیں جن کا جواب فطرت انسانی مانگتی ہے۔ اسے اصرار بلیغ ہے کہ ان کا جواب ملے۔ اس جواب میں اس کی جان

اٹکی ہوئی ہے!

کیوں کر معلوم ہو کہ خدا ہے؟ اور کیونکر معلوم ہو کہ خدا کا رستہ یہ ہے؟ کیا ہماری عقل ہماری رہنمائی کر سکتی ہے؟ کیا ہم جان سکتے ہیں کہ خدا ہے اور اس کا رستہ ہے جس پر وہ ہمیں چلانا چاہتا ہے؟

ہمارا علم محدود ہے اس پر کہ ہم آنکھ سے دیکھیں یا کان سے سنیں۔ ہماری عقل محدود ہے اس پر کہ واقعات کے اسباب دوسرے واقعات میں معلوم کرے۔ ہمارا علم اور ہماری عقل عالم حس سے آگے نہیں چلتے لیکن خدا کہیں نظر نہیں آتا۔ عالم حس میں ایسی ہستی کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ سائنس خدا کو نہیں پا سکی۔

لیکن فلاسفہ نے کہا کہ حِس کو چھوڑو۔ یہ مادی دنیا میں پھنسی ہوئی ہے۔ عقلِ محض کو لو، وہ خدا پر پہنچاتی ہے۔ عقلِ محض وجود پر دلالت کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ خدا ہے اور وہ کامل ہے۔

حکمائے قدیم وجدید کی کتابیں اس دعوے اور استدلال سے بھری پڑی ہیں۔ مگر جب بخوضِ نظر ان کے استدلال کو دیکھتے ہیں تو وہ سب کے سب غیر منتج معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی وہ اس نتیجہ پر نہیں پہنچاتے جس پر وہ پہنچانا چاہتے ہیں!

یہی حال حکمأ کے اس دعوے کا ہے کہ عقل جادۂ کمال بتا سکتی ہے۔ کیونکہ جادۂ کمال نہیں معلوم ہو سکتا جب تک اصل عالم کا وجود اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ ہمارا جادۂ کمال وہ ہے جو اصل عالم کے منشا کے مطابق ہو!

پس عقلِ محض یاوری نہیں کرتی اب انسان نے ایک دوسرا طریقہ ڈھونڈا۔ یعنی شہود یا شہودِ باطنی، جسے آج کل (Religious Experience) یعنی حسِ مذہبی بھی کہتے ہیں۔ حکمائے اشراق نے شہود کا طریقہ اختیار کیا۔ ہندوستان کے رشی اور یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے متصوفین بھی اس رستہ پر چلے کہ جسمانیت سے نکلو۔ خاص خاص قسم کی ریاضتیں کرو۔ روحِ خالص کو قوت دو۔ آہستہ آہستہ اس میں ایک نئے مشاہدہ کی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ تم وراے العین خدا کو دیکھ لو گے۔ یہی تکمیل ہے اور یہی تکمیل کا رستہ۔

جو چیز فلسفی عقلِ محض سے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اشراقی مشاہدہ، مراقبہ، کشف یا حسِ مذہبی سے معلوم کرتا ہے۔ فلسفہ اور تصوف دونوں کسبی چیزیں ہیں۔ جس کا جی چاہے انہیں حاصل کرلے۔ ایک عقلِ محض پر سہارا کئے ہوئے ہے اور دوسرا ایک خاص حس،ایک خاص قسم کے وجدان پر جو انسان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی دونوں کے نزدیک فطری یعنی نیچرل قوتیں تزکیہ پا کر اور قوی ہو کر ہمیں ماورائے فطرت یعنی سُوپر نیچرل(Super Natural)تک پہنچا دیتی ہیں!

لیکن جب اشراقیوں کے اس دعوے کی چھان بین کی جاتی ہے تو نتیجہ یہاں بھی ہم چُنیں نکلتا ہے جیسا فلسفہ کی نسبت نکلا تھا۔

کانٹ نے فلسفہ کے دعووں کا خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح اسلام کے متصوفین نے اشراقیوں کے اس دعوے سے انکار کر دیا کہ کشف و شہود حجت ہیں۔ بیش از یں نیست کہ وہ اپنی ذات کے لئے حجت ہوں۔ وہ بھی تب کہ وحی کے خلاف نہ ہوں۔ اور دوسروں پر تو کسی صورت میں بھی وہ حجت نہیں۔ بعض اکابر اس سے بھی آگے گئے اور تمام منازل کشف شہود طے کر کے کہا کہ شہود ذات اور شہود صفات یعنی خدا کا مشاہدہ کہا جاتا ہے یہ محض اظلال کا مشاہدہ ہے اصل کا نہیں۔ ان اللہ وراء الوراء ثم وراء الوراء۔ پس اشراق و شہود بھی وجودِ کامل تک نہیں لے جاتا!

انسان کے پاس یہی دو رستے وجود کامل تک پہنچنے کے تھے، عقلِ خاص اور شہودِ خاص–دونوں بند ہیں۔ اب غیر ازیں کوئی صورت باقی نہیں کہ خدا خود بندے کی طرف متوجہ ہو اور بتائے کہ میں ہوں اور میں ایسا ہوں۔ اور تیرے لئے کمال کا رستہ یہ ہے۔ تو اس پر چل ہم تجھے منزل مقصود تک پہنچائیں گے۔

یہ صورت وحی اور نبوت کی ہے۔ وحی محض فیضان ہے اس ذاتِ کامل کا جو اپنے بندوں کو ان کے کمالات پر فائز کرنا چاہتا ہے۔ اپنے جس بندے پر وہ چاہتا ہے یہ فیض کرتا ہے۔ یہ اس کی رحمت ہے،

اس کا فضل ہے۔ ذَٰلِكَ فَضۡلُ ٱللَّهِ يُؤۡتِيهِ مَن يَشَآءُۚ[1]۔ نبوت میں کسب کو کچھ دخل نہیں۔ وہ محض وہبی چیز ہے۔

فقط نبوت ہی وہ دروازہ ہے جس سے وجودِ کامل کی ہستی اور ہدایت و ارشاد کا وہ رستہ معلوم ہو جاتا ہے جس کی تلاش انسان کو اپنی تکمیل کے لئے تھی۔ اور یہ دروازہ خود خدا ہی انسان پر کھولتا ہے۔ پس اگر انسان اپنے کمال کو پہنچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اس سے چارہ کار نہیں کہ کوئی نبی ہو اور اِسے راہِ ہدایت بتائے۔

حضرات! اس میں کوئی استحالہ نہیں کہ خدا بندے کو اپنے وجود، اپنی صفات اور اپنے رستہ سے آگاہ کرے۔ اصل عالم کی طاقت سے اگر یہ باہر نہیں کہ ہمیں عدم سے منصہٗ وجود پر لائے۔ ہمیں کائنات کا علم بخشے۔ ہمیں تکمیل کا ولولہ عطا کرے۔ تو یہ بھی اس کے اختیار میں ہے کہ ہمیں اپنے وجود کا یقین اور اپنے رستے کا علم عطا فرمائے۔ نہیں بلکہ اس کے فضل و رحمت کا یہ مقتضا[2] ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اگر اس کی یہ مرضی نہیں کہ یہ علم جملہ افرادِ انسانی کو بذل[3] کرے تو بالواسطہ ضرور کرنا چاہیے۔ نبی یہی واسطہ ہے۔ فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى[4](البقرہ(۲):۳۸) میں اسی کا وعدہ بنی آدم سے ہوا تھا۔

کسی امر کے جاننے کے دو طریقے ہیں۔ ایک مشاہدہ اور دوسرا شہادت۔ یا ہمیں خود اس کا علم ہو یا کوئی دوسرا جو علم رکھتا ہو ہمیں بتا دے۔ خدا کا وجود اور رستہ ہمارے مشاہدے اور ہمارے علم سے ماوراء ہے۔ پس لازم ہے کہ کوئی دوسرا جو علم رکھتا ہو اس پر شہادت دے۔ نبی اس معنی میں شاہد ہے إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا[5](فتح(۴۸):۸، احزاب(۳۳):۴۵)

---

[1] ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے (مائدہ(۵):۵۴)

[2] تقاضا

[3] عطیہ، انعام، عطا

[4] ترجمہ: پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے

[5] ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

لیکن اتنے عظیم الشان اور انوکھے معمالہ میں شہادے کس کی قبول ہو گی؟

فقط اس کی جس کے صدق اور راست بازی پر کوئی شک نہ کیا جاسکے۔ جس کے فہم و فراست اور عقل و دانش میں کوئی شبہ نہ ہو۔ یعنی نہ وہ دھوکے میں ڈال سکے نہ خود دھوکے میں پڑ سکے۔ جس کے اخلاقِ صالحہ اور روحانیت مسلم ہوں۔ جس کا یقین اپنی وحی پر اتنا بڑا ہو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائے مگر وہ نہ ہلے۔ جس پر خدا کا وجود اور اس کے اوامر و نواہی اس طرح طاری ہوں کہ وہ سر تا پا ان کی تصویر، ان کا مجسمہ بن جائے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ [1] (انعام(۶):۱۶۲) جس کا جینا بھی خدا کے لئے ہو اور مرنا بھی خدا کے لئے۔ (کان خلقه القرآن [2]) جس کے ساتھ کھلم کھلا خدا کی مدد ہو (دیکھو سورۃ انفال(۸):۸، توبہ(۹):۴۰)

وہ بغیر ساز و سامان اٹھے اور خدا کی بادشاہت زمین پر قائم کر دے!

ایسے شخص کے نبی اور سچا نبی ہونے میں کیا شک کیا جاسکتا ہے۔ وہ تو سر سے پیر تک نبی ہے۔ وہ تو کھلم کھلا نبی ہے۔ وہ تو "رسولِ مبین" ہے۔ اسے دیکھ لینا کافی ہے۔

أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ [3] (دخان(۴۴):۱۳)

حقیقت میں یہی معیار ہے نبوت کا۔ عقلاء ایک معیار اور بڑھائیں گے کہ اس کی تعلیم میں کوئی امر منافی عقل نہ ہو۔ منافی عقل کے کیا معنی ہیں؟ یہ معیار صحیح ہے یا نہیں؟ صحیح ہے کس معنی میں؟ اس بحث کو چھوڑیئے۔ اس معیار سے کسی دوسرے مذہب کو اندیشہ ہو تو ہو، لیکن اسلام کو اندیشہ نہیں۔

---

[1] ترجمہ: فرماد یجئے بیشک میری نماز اور میرا حج و قربانی (سب عبادات) اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

[2] مسند احمد: 91/6

[3] ترجمہ: (اب) کہاں ان کے لئے نصیحت قبول کرنا حالانکہ ان کے پاس واضح بیان فرمانے والے رسول آچکے۔

نبوت اور وحی کا جتنا کامل مظہر محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن حکیم ہے انسان کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

قرآن کے سوائے کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں جو بلا واسطہ خدا کا کلام ہو یعنی جس میں خدا خود بول رہا ہو۔ جو اتنی مفصل ہو اور جو بلاکم و کاست آج تک موجود ہو پس جسے وحی کا کامل نمونہ دیکھنا ہو وہ قرآن کا مطالعہ کرے۔

لیکن جسے قرآن کی جیتی جاگتی اور زندہ جاوید تصویر دیکھنی ہو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھے۔ بانیان مذہب میں فقط یہ مبارک ہستی ہے جسے تاریخی کہہ سکتے ہیں۔ اور جس کی زندگی کے تمام رخ اس تفصیل کے ساتھ محفوظ ہیں کہ کسی دوسرے انسان کے نہیں۔

پھر آپ کی تعلیم پر نظر کیجئے کہ کس قدر سادہ، کس قدر جامع، اور کس قدر مکمل ہے۔ انسان کی زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس پر ہدایت درکار ہو اور وہ ہدایت نہ کرے۔ نفسانی اور روحانی، اخلاقی اور سیاسی، انفرادی اور اجتماعی، کوئی پہلو نہیں جو چھوٹا ہو۔ اور ہر ایک پہلو پر ایسی تعلیم موجود ہے جسے عقلِ سلیم تسلیم کرتی ہے۔ اور جب غور کرو تو اس سے بہتر رستہ نظر نہیں آتا۔

یہی ہے بعثت کافتہ الناس کی طرف، اور یہی دلیل ختم نبوت کی۔ نبوت کا کام ختم ہو چکا۔ نبوت کو ختم ہونا چاہئے۔ اسی لئے محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبین ہیں اور تمام عالم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ [1]

(سبا(۳۴):۲۸)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

[1] ترجمہ: اور (اے محبوب) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر (قیامت تک) تمام لوگوں کے لئے اس حال میں کہ آپ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

شَيۡءٍ عَلِيمًا [1] (احزاب(۳۳):۴۰)

پس انسان کو اپنی تکمیل کا رستہ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں ڈھونڈنا چاہیے۔

ذالک الفوز العظیم

نبی ﷺ

بحمد اللہ ہم نے اس ہدایت کو قبول کیا جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہم کو دی گئی۔ ہم سب مسلمان ہیں۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں کہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور جو ہدایت آپؐ کی وساطت سے ہم کو ملی وہ کامل ہے یعنی محمد خاتم النبین ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمیں چاہیے کہ وہ اخلاقِ صالحہ اپنے نفس میں پیدا کریں جن کا نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات والا تھی۔ اور جن کی تعلیم قرآن مجید میں پھیلی پڑی ہے۔ آپؐ کی للّٰہیت، آپؐ کی پاکیزگی، آپؐ کی بے نفسی، آپؐ کی بے غرضی۔ آپؐ کا خشیتہ اللہ، آپؐ کی عبودیت۔ آپؐ کی انسانیت، آپؐ کی رحمت، آپؐ کی مروّت، اور گم کردہ راہ پر آپؐ کی صداقت۔ آپؐ کا عدل، آپؐ کا نظم و نسق، آپؐ کا قومِ اسلام کے لئے انہماک۔ آپؐ کا عزم، آپؐ کا استقلال، آپؐ کا اعتماد (اللہ پر)، اور آپؐ کی جد و جہد۔ آپؐ کی جانفشانی، آپؐ کا جہاد فی سبیل اللہ۔

حضرات! آپؐ ہمارے لئے مجسم تصویر ہیں جادۂ کمال کی۔ لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ لِّمَن كَانَ يَرۡجُو ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا [2] (احزاب(۳۳):۲۱)

---

[1] ترجمہ: نہیں ہیں محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر ٹ اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

[2] ترجمہ: بیشک اللہ کے رسول میں تمہارے لئے نہایت حسین نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔

آج دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ مذہب انفرادی چیز ہے۔ وہ ایک تعلق ہے مجھ میں اور خدا میں، دوسرے کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔ میرا مذہب میرے لئے ہے اور آپ کا آپ کے لئے۔ مذہب کو بالکل ایک ذاتی چیز رکھو۔ اسے اجتماعی زندگی، قومیات اور سیاسیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ مسلمانوں کا رحجان بھی ایک مدت سے اسی خیال کی طرف ہوتا جارہا ہے۔ وہ تسبیح و تہلیل اور صوم و صلٰوۃ یعنی اعمال و عبادات میں مذہب کو محدود سمجھنے لگے ہیں۔ مگر ہدایت کی ضرورت جتنی انفرادی امور میں ہے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اجتماعی امور میں ہے۔ اور یہ ہدایت مذاہب عالم میں سے فقط اسلام نے دی ہے۔ اس نے مسلمانوں کو ایک قوم بنایا ہے۔ ایک امت بنایا ہے۔ اور اس امت کو خیر الامم بنا دیا ہے۔ اور اس کا فرض قرار دیا ہے کہ دینا کو فسق و فساد سے خالی کر دے۔ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ[1] (انفال (۸):۳۹، بقرہ (۲):۱۹۳) اور اس پر عدل و انصاف کی سلطنت قائم کرے۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ[2] (عمران (۳):۱۱۰)

مسلمان ایک قوم ہیں جن کا بادشاہ خدا ہے، اور جو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور یہ قوم مکلّف ہے اس پر کہ تمام دنیا کو دعوت دے کہ آؤ اور اس للّٰہیت و عبودیت اور اس مواخات و مساوات میں شریک ہو جاؤ۔ یہ دروازہ سب کے لئے کھلا ہے۔ یہاں نسل اور رنگ اور ملک و ملت کوئی چیز نہیں۔ اس قوم کا فرض ہے کہ دینا میں خلافت الٰہی یعنی اسلام کی حکومت قائم کرے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ[3] (نور (۲۴):۵۵)

---

[1] ترجمہ: یہاں تک کہ کفر (کا غلبہ) باقی نہ رہے اور پورا دین (صرف) اللہ کے لئے ہو جائے۔

[2] ترجمہ: تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

[3] ترجمہ: اللہ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ انہیں زمین میں ضرور ضرور

ان اجتماعی اخلاق اور ان قومی فرائض کی طرف سے ہم غافل ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ ہم قرآن کی تعلیم کے اس رخ پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کے کامل نمونہ پر غور کریں اور اپنے دل کو ادھر لگائیں۔ سیرۃ النبیؐ سے بہتر کوئی بدرقہ[1] راہ اس باب میں نہیں!

کسی امر پر شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قولی، دوسری عملی۔ قولی یہ ہے کہ ہم ایک امر کی نسبت اپنے یقین کے ساتھ کہیں کہ وہ صحیح ہے۔ عملی یہ کہ بنابریں ہم اپنی ساری زندگی اس کے مطابق ڈھال لیں اور اس کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ یہ شہادت بہت زیادہ قوت اور اثر رکھتی ہے۔ اسلام کی حقانیت پر اس معنی میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ شاہد و صادق ہیں۔ اور یہی معنی ہے جس میں قرون اولیٰ کے لوگ اسلام کی حقانیت پر شاہد تھے۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ[2] (بقرہ(۲):۱۴۳، حج(۲۲):۷۸[3])۔ اور یہی وجہ تھی کہ انہیں دیکھ دیکھ کر مفتوح قومیں جوق در جوق مسلمان ہوتی چلی جاتی تھیں۔ بد، یہ سمجھے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ ان کی کوتاہ نظر اس مقناطیسی قوت کو نہیں دیکھ سکی جو للّٰہیت سے، خدا کے رستہ میں جان و مال فروشی سے، پاکیزگی اور عبدیت سے انسان میں پیدا ہوتی ہے اور دوسروں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔

حضرات! نبی کی دو شانیں بیان ہوئیں ایک یہ کہ وہ حق اور راہ حق بتاتا ہے۔ یہ کتاب (قرآن) کی تعلیم ہے۔ دوسری یہ کہ وہ حق کی تصویر بن جاتا ہے اور اس طرح حق پر چلنا سکھاتا ہے۔ یہ حکمت کی

خلافت دے گا۔

[1] رہنما، مددگار

[2] ترجمہ: اور (اے مسلمانو جس طرح ہم نے تمہیں قبلہ بتایا) اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ (نگران) رسول، (خاص) تم پر گواہ ہوں۔

[3] لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ (ترجمہ: تاکہ (نگران) رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔)

تلقین ہے ان ہی کی نسبت ارشاد ہوا ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[1] (بقرہ(۲):۱۲۹)۔ لیکن ان کے علاوہ ایک اور چیز بھی اس آیت میں بیان ہوئی ہے یعنی تزکیہ رسول کی نسبت ارشاد ہے وَيُزَكِّيهِمْ[2]۔ یعنی وہ اس لوث[3] اور گندگی سے ماسواء اللہ میں منہمک رہنے سے نفس میں سرایت کر چکے ہوں پاک وصاف کر دیتا ہے۔ یہ ایک تیسری نعمت ہے جو نبی اپنے وجودِ باجود سے اپنے تبعین کو عطا کرتا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے نفسِ قدسی میں بدرجہ اتم وہ پر اسرار برقی طاقت تھی جو ایک نظر میں غیر اللہ کے خس وخاشاک کو جلا کر خاک کر دیتی تھی۔ جس سے بیک نگاہ تصفیہَ قلب ہو جاتا تھا اور انسان ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا اور راہِ خدا پر قائم ہو جاتا تھا۔ جس کو یہ تزکیہ نصیب ہوا وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔ اس کی شان یہ ہو گئی کہ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا[4] (حم السجدہ(۴۱):۳۰)۔ پھر کبھی تشکیک نے اسے مضمحل نہ کیا اور کبھی راہِ خدا سے اس کا قدم نہ ڈگمگایا۔ یہ نعمت ہزار در ہزار صحابہ کو نصیب ہوئی۔ اور تاریخ کے ورق اس سے خالی ہیں کہ کبھی کوئی صحابی آپؐ کی حیات میں یا آپؐ کے بعد جادہَ حق سے متزلزل ہوا ہو۔ یہ شان کسی دوسرے نبی کی بھی نہیں ہے! ﷺ

حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوئی۔ اور بنی عدنان کی طرف محمد رسول اللہ ﷺ بھیجے گئے۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ[5] (بقرہ(۲):۱۵۱)

---

[1] ترجمہ: اور انہیں قرآن اور حکمت سکھائے

[2] ترجمہ: اور انہیں پاک کرے

[3] آلودگی

[4] ترجمہ: کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم رہے۔

[5] ترجمہ: جس طرح ہم نے بھیجے تم میں ایک رسول تم میں سے۔ وہ پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیتیں اور تمہیں پاک کرتے اور تمہیں کتاب

نظم

مامور ہدایت ہے مرسل ہے یہ عدنانی
آیا ہے کرے پورا تھا وعدہ جو رحمانی

مصروفِ تلاوت ہیں قلب اور زباں یکسر
جو منہ سے نکلتا ہے تعلیم ہے قرآنی

الفاظ مزکی ہیں، انفاس مزکی ہیں
صیقل ہوئے زنگاری، نوری ہوئے ظلمانی

ایک ہاتھ میں ہے فرقان ایک ہاتھ میں ہے تلوار
حق تشنہ نصرت تھا حکمت ہے یہ ربانی

معلوم نہ تھا جو بھید وہ کھول دیا اس نے
طاعت کے لوازم ہیں سر بازی و سلطانی

اس درجہ عیاں ہو کر وہ ماہ مبیں آیا
تھے کور، جنہوں نے یہ صورت بھی نہ پہچانی

بظاہر نبیؐ کی ذات سے تزکیہ کا فیض بند ہو گیا۔ مگر حقیقت میں یہ فیض بلاواسطہ اور بالواسطہ اب بھی باقی ہے۔ مسلمان مسلمان نہیں رہا۔ لیکن اب بھی جو پر خلوص اور پروانہ وار محبت اسے رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ قدسی سے بالعموم ہے اور جس بے جگری کے ساتھ وہ اپنی جان و مال کو راہِ خدا میں

اور حکمت سکھاتے ہیں اور تمہیں وہ سکھاتے ہیں جو تم نہ جانتے تھے۔

یعنی محمد ﷺ کے بتائے ہوئے رستے میں ہدر[1] کر دیتا ہے اس کی مثال کسی اور قوم میں نہیں ملتی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا جو برقی رو رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی سے صحابہؓ کے قلوب میں دوڑ گئی تھی وہ نسلاً بعد نسل ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کے دل میں بتفاوت مدراج منتقل ہوتی چلی آتی ہے۔ گو اس کی قوت میں فرق ہو۔

یہ بات آپ کو کچھ پراسرار سی معلوم ہوئی ہوگی۔ مگر دنیا اسرار سے بھری ہوئی ہے۔

این ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

اب میں ایک بہت بیّن اور نمایاں بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ سچائی دنیا میں اپنے آپ پھیل جاتی ہے۔ حق اپنا رستہ آپ بنا لیتا ہے۔ دنیا اسے خود قبول کر لیتی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اب تک تمام عالم خدا کو وحدہ لاشریک مان چکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کو جو چودہ سو برس سے دنیا میں موجود ہے سب جان لیتے اور مان لیتے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انسان حق پر ایمان نہیں لاتا۔ انسان انسان پر ایمان لاتا ہے۔ دنیا نے قرآن کو اس لئے مانا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس کو لائے تھے۔ ایمان بدرجہ اولٰی محمد رسول اللہ ﷺ پر لایا گیا اور بدرجہ ثانی کتاب اللہ پر۔ حسبنا کتاب اللہ وہی کہہ سکتے تھے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور آپ کی صحبت سے بہرۂ وافر اٹھا چکے تھے۔

پس اگر آپ چاہتے ہیں کہ آج مسلمان پھر مسلمان ہو جائیں تو انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے قریب لائیے۔ ان کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کے تصویر کھینچئے۔ انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرۃ پاک سنائیے۔ انہیں اس ذاتِ گرامی کی زندگی دکھائیے۔ جتنا کوئی آپؐ کو جانے گا اتنا ہی وہ زیادہ مسلمان ہو گا۔ اتنا ہی اسلامی رنگ اس پر چڑھے گا۔ اتنی ہی اسلامیات اس میں سرایت کرے گی۔ اسلام نام ہے آپؐ کی محبت کے دل میں گھر کر جانے کا۔ آپؐ کے رستہ پر چلنے کا اور یہ محبت تب پیدا ہوتی ہے کہ

---

[1] کسی کے خون کو مباح کرنا

سیرت کے ذریعہ سے لوگوں کو رسولؐ کے بارگاہ میں لایا جائے۔

عامہ مسلمین کا کثیر حصہ اسلام کی تعلیمات سے اس درجہ بے خبر ہے کہ شاید علمائے دین کو ان کے مسلمان کہنے میں بھی تامل ہو۔ اسلام کی طرف سے یہ جہل، یہ بیگانگی، یہ ذہول کیونکر رفع کئے جائیں؟ ایک طریقہ تو وہ ہے کو ہم نے اپنے مدارس میں اختیار کر رکھا ہے کہ مسائل مذہبی کی تعلیم اصولِ فقہ کے مطابق بچپن سے دیا جائے۔ یعنی اسی تعلیم کو عامتہ المسلمین میں عام کر دیا جائے۔ یہ طریقہ صحیح ہو یا غلط، اسے عام کیا جاسکے یا نہ کیا جا سکے، مگر ایک بات یقینی ہے کہ اس سے اسلام کا جذبہ، اسلام کا رنگ، اسلام کی محبت کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ یہ ان لوگوں کے لئے کچھ مفید ہو تو ہو جو پہلے سے مسلمان ہیں اور اسلام پر قائم ہو چکے ہیں۔ لیکن اسلام کو عام کرنے، اسلام کو دلوں میں جاگزیں کر دینے کا طریقہ یہ نہیں!

اس مشکل کا حل فقط یہ ہے کہ سیرۃ کا پرچار وسیع پیمانہ پر کیا جائے۔

جن خوش نصیب لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نصیب ہوا اور جن کے کمال ایمان میں کسی کو شبہ نہیں، وہ کس طرح ایمان لائے؟ کس طرح اسلام ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا؟ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر۔ رسول اللہ ﷺ کے مکارم اخلاق اور روحانیت کو دیکھ کر! پس اب بھی طریقہ یہی ہے یعنی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کروائیے۔ اور آپؐ کے کمالات ظاہری و معنوی سے آگاہ کیجئے۔ یعنی سیرۃ نبویؐ کا پرچار کیجئے۔ جس کے دل میں رسول ﷺ کی سچی محبت پیدا ہو گئی، جس کے دل نے آپؐ کی سیرۃ کو اپنے اندر جذب کر لیا، حقا کہ یہ مسلمان ہو گیا! اس کے اسلام میں کوئی شبہ نہیں!

یہ طریقہ زیادہ آسان ہے اور اس میں کامیابی زیادہ یقینی ہے۔ پس اگر ہم اس کا اہتمام کریں کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ہر گاؤں اور ہر قریہ میں وقتاً فوقتاً جگہ جگہ تقریریں ہوا کریں حتیٰ کے کوئی مسلمان سیرۃ سے بیگانہ نہ رہے تو بہت جلد مسلمان مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ پہلو مسلمانوں کو مسلمان بنانے ہی کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف لانے کے لئے بھی بہت موئثر ہے۔ میرے ایک عیسائی استاد تھے۔ نہایت نیک دل اور طالبِ حق۔ انہوں نے مجھ

سے کہا کہ اسلام اور عیسویت کا فیصلہ محمدؐ اور عیسیٰؑ کی شخصیت کے فیصلہ پر منحصر ہے۔ حضرات! آج جس چیز کی کمی ہماری دعوت و تبلیغ میں ہے وہ کتب سیرۃ کی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک امر خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ رسول کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک بشریت اور دوسری رسالت۔ اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ رسالت میں ایک شان الوہیت کی ہے جو نبی ﷺ کو ایک فرد ماورائے افراد انسانی قرار دیتی ہے۔ اگر سیرۃ میں اس پہلو پر زور دیا گیا جیسا کہ دیا جاتا ہے تو اس سے نبی کا مافوق البشر ادب، اس کی زبانی عزت و توقیر، اس کی بے انتہا عظمت تو دلوں میں پیدا ہو گی۔ مگر اس کے ساتھ ہی نبی سے ایک بُعد پیدا ہو گا۔ قرب پیدا نہیں ہو گا۔ محبت پیدا نہیں ہو گی۔ جوش تتبع پیدا نہیں ہو گا۔ وہ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ نہیں رہے گا۔ اس کا عمل ہمارے لئے مثال نہیں ہو گا۔ اس کے مکارم اخلاق ہمارے لئے خاصانِ خدا کے اخلاق بن کر رہ جائیں گے جو ہمارے بوتے سے باہر کی چیز ہیں۔

پس سیرۃ میں نبی کے بشری پہلو پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔ تاکہ اس کا صدق، اس کی راست بازی، اس کی للّٰہیت، اس کا خشیتہ اللہ، اس کی انسانیت، اس کی رافت ہمارے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرے۔ اور ان میں یہ ولولہ پیدا ہو کہ ہم بھی ایسا ہی کریں اور اس کے نقشِ قدم پر چلیں۔

یہی ایک طریقہ ہے جس سے مسلمان مسلمان بنیں گے۔ اجتماعی اخلاق کو اختیار کریں گے اور اعلائے کلمۃ اللہ اور استعلائے اسلام کا ابدی فرض جو ان پر عائد کیا گیا ہے اسے پورا کریں گے۔

یا اللہ ہمیں اس کی توفیق دے! آمین ثمہ آمین۔

اے ارکان مجلس اسلامیات! اے اسلامیو! تم نے عہد کیا ہے کہ تم ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت خلوص اور ایثار کے ساتھ کرتے رہو گے۔ آج اپنے عہد کو تازہ کرو! اور اس خلوص اور ایثار اور اس عزم و استقلال پر نظر کرو جس کے ساتھ تمہارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلام اور قوم اسلام کا بول بالا کیا۔ تم کو بھی وہی کرنا چاہیئے جو تمہارے آقاؐ نے کیا۔ سادہ، بے لوث، اور سپاہیانہ زندگی اختیار کرو! اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنا جان و مال قربان کر دینے کو تیار رہو! اور ان کے عروج و اقبال

کے لئے اپنی جانیں لڑادو! مشکلات سے مت ڈرو۔ تم سے وعدہ ہے کہ

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[1] (عمران (۳):۱۳۹)

تم سے مدد کا پیمان ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ[2] (روم (۳۰):۴۷) اور یاد رکھو کہ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ[3] (زمر (۳۹):۲۰) جو اس رستہ پر چلیں گے ان ہی کے لئے کامیابی و کامرانی ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ[4] (توبہ (۹):۲۰) اور ان ہی کے حق میں ارشاد ہوا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ[5] (عمران (۳):۱۱۰)

---

[1] ترجمہ: تم ہی غالب رہو گے اگر (کامل) مؤمن ہو۔

[2] ترجمہ: اور ہم پر حق ہے ایمان والوں کی مدد کرنا۔

[3] ترجمہ: اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

[4] ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان کے ساتھ (کافروں سے) جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا درجہ رکھنے والے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

[5] ترجمہ: تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔